اپنوں کا قرض

سارہ عمر۔ الریاض سعودی عرب

شور کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ کل رات ہی گھر آیا تھا۔ وہ اٹھا اور کھڑکی سے نیچے جھانکا اور ساکت رہ گیا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں۔

☆

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب اس نے چودہ جماعتیں پڑھ لی تھیں۔ کڑیل جوان اونچا لمبا خوبصورت نوجوان۔ گورا رنگ، بھورے بال۔ پورے گاؤں کا واحد چودہ جماعتیں پڑھا لڑکا تھا۔

اس کے شہر جا کر پڑھنے کی باتیں چل رہی تھیں کہ چچا فرید آگئے حور کا رشتہ لے کر۔

حور تھی تو حور ہی، خوبصورت خوب سیرت کانچ جیسی نازک۔ سبز آنکھوں میں ڈھیر ساری معصومیت لیے، مگر اس خوبصورتی کا اس نے اچار تو ڈالنا نہیں تھا۔

بھلا پانچ پڑھی حور کا اس کے ساتھ کیا جوڑ؟...... وہ ابھی سولہ کی ہوئی تھی مگر چچا کو ساٹھ کی لگ رہی تھی تبھی جلدی مچادی۔ وہ بھی ضد کا پکا تھا انکار کے لیے دھرنا دے دیا۔ ماں باپ کو اکلوتے کی سننی ہی تھی۔ حور تو ویسے بھی بڑی سوہنی تھی، اس کی کہیں نہ کہیں شادی ہو ہی جاتی۔ کہیں بھی ہوتی، کیا فرق پڑتا۔ وہ کیوں قربانی کا بکرا بنے؟

اماں ابا نے انکار تو کردیا مگر اماں نے بڑے رولے ڈالے۔

”پچھتائے گا تو ہیرا جیسی لڑکی کھو دی۔ کبھی ایسی ملے گی نہیں۔“

اس نے بھی ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالا، مگر اس دن پہلی بار حور کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔ سبز آنکھوں میں موتی چمک رہے تھے تو دل کو کچھ ہوا تھا، مگر وہ لاپروائی سے سامان سمیٹ کر یونیورسٹی آگیا۔

حور کی دو ماہ بعد شادی ہو گئی تھی۔

خس کم جہاں پاک، جس سے بھی ہوتی اسے غرض نہ تھی۔

☆

چار سال بیتے۔ ایم فل مکمل ہوا تو جاب مل گئی۔ پانچ سال بعد اس نے گاؤں میں قدم رکھا تھا۔ اب بھی وہ صائمہ کے لیے اپنے رشتے کی بات کرنے آیا تھا۔ اُس کی کولیگ تھی۔ سو پڑھا لکھا ہم سفر اچھا ساتھی ثابت ہوتا، یہ اس کا خیال تھا۔

وہ بغیر بتائے ہی آگیا تھا تبھی گھر تالا پڑا تھا۔ وہ بے زار ہوا اور چچا فرید کے گھر پہنچ گیا۔ دروازہ حور نے کھولا تھا مگر یہ وہ حور تو نہیں تھی۔ یہ تو کوئی اور ہی لگ رہی تھی۔ حور نے جلدی سے پردہ کیا۔ چچا اور اماں ابا دوسرے پنڈ گئے تھے، کسی کی فوتگی پہ تبھی چھوٹے بہن بھائیوں کے پاس حور رکی ہوئی تھی میاں اور تین بچوں سمیت۔ یہ سب تفصیل وہ دروازے پر کھڑے ہو کر بتا رہی تھی۔ میں نے تھکن سے چور خود ہی کہا:

”اندر آنے کو نہیں کہو گی؟“

وہ خاموشی سے راستہ دینے لگی کہ ایک پاٹ دار آواز سنائی دی۔

”کدھر مر گئی ہے۔ تیرا یار آیا ہے کیا دروازے پر......؟“

جہاں میں ٹھٹکا تھا، وہاں وہ بھی خفت سے شاید کانپنے لگی تھی۔

لمبا چوڑا مونچھوں کو تاؤ دیتا سامنے بیٹھا وہ پہلوان اس کا شوہر تھا۔ سنا تھا ایک قسائی سے شادی کی ہے، دیکھا آج تھا اور دیکھ کے پہلی دفعہ دکھ بھی ہوا تھا۔ حور اس قابل تو نہ تھی۔

وہ اُس پر گہری نظر ڈالتا مجھ سے ہاتھ ملا کر میرا جائزہ لیتا رہا۔ جانتا تو وہ بھی تھا کہ میں کون ہوں اور کبھی میری اور حور کے رشتے کی بات چلی تھی، مگر یہ سب پرانی باتیں تھیں۔ اب وہ تین بچوں کی ماں تھی۔ حور تو منظر سے غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد اکرم (حور کے شوہر) نے مجھے بالائی منزل پر بنے کمرے میں بھیج دیا تھا۔ فی الوقت وہی خالی تھا۔ سفر سے آیا تھا، تبھی بستر پہ لیٹتے ہی سو گیا۔ حور کا چھوٹا بھائی عظیم جو بارہ سال کا تھا، کھانا رکھ گیا تھا۔ رات پرسکون گزری تھی۔ فجر کے بعد عظیم نے بتایا کہ اماں ابا آگئے ہیں، مگر حور باجی نے کہا ہے ناشتا کر کے جانا۔ تبھی میں پھر سو گیا۔ شور کی آواز سے آنکھ کھلی تو میں کھڑکی کے پاس آگیا۔ بھلا صبح صبح شور کیسا؟ نیچے دیکھتے ہی میں ساکت رہ گیا تھا......!

NON ALCOHOLIC
Perfume
Products Of
MUSK PALACE
Mfg By:
مسک پیلس
رفاقت کا مہکتا احساس
دن بھر آپ کے ساتھ۔
Eid Al Oushak
PRICE
Rs. 1200/-
عید العشاق
14ml
ہوم ڈیلیوری بذریعہ VPP پارسل
0300-9280198
مشک محل
74200

اکرم کے ہاتھ میں گرم چمٹا تھا اور وہ حور کو اس سے مار رہا تھا۔ وہ سسرال میں بھی قسائی ہی بنا ہوا تھا۔ چچا فرید اور عظیم اسے چھڑوا رہے تھے مگر وہ اسے تھپڑ مار کر پاؤں پٹختا چلا گیا۔ حور بس سسکتی کھڑی رہ گئی تھی۔ میں ساکت کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کاش میں نے یہ سب نہ دیکھا ہوتا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا کرب تھا۔

☆

عظیم ناشتہ لے کر آیا تو وہ بھی چپ چپ شرمندہ سا تھا۔

”کیوں مارا ہے اکرم نے اسے؟“

وہ جانے لگا تھا، جب میں نے اسے روک لیا۔

”یہ تو روز کی بات ہے چھوڑیں۔“ وہ جان چھوڑا رہا تھا۔

”میرے لیے نئی ہے، کیا ہوا تھا، سچ سچ بتانا۔“

”وہ...... حور باجی نے آپ کے لیے پراٹھا بنایا تھا کہ اکرم بھائی بیٹھ کر کھانے لگے۔ انھوں نے بس یہ کہا تھا کہ یہ تیمور بھائی کا پراٹھا ہے انھوں نے کھا کر جانا ہے۔ بس اس بات پہ وہ اُن کے ہاتھ سے چمٹا لے کر انھیں مارنے لگ گئے۔“

وہ تفصیل بتانے لگا۔

اب اسے سمجھ آیا، تبھی وہ ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا تجھے میری فکر نہیں، اپنے یار کی خدمت کرلے پہلے۔ اب سمجھ آئی کہ اکرم کیوں ایسا کہہ رہا تھا؟

اس نے سامنے رکھے بھاپ اڑاتے پراٹھے کو دیکھا تھا۔ اسے آج تک پتا تھا کہ ناشتے میں اسے دیر ہو جائے تو میں کھائے بغیر چلا جاتا ہوں۔ تبھی اس کی وجہ سے وہ مار کھا بیٹھی تھی۔ تیمور کی بھوک اڑ گئی تھی۔ بس دو نوالے لے کر چچا فرید سے ملا اور اپنے گھر چلا گیا۔

”بڑے سال بعد آیا ہے۔“ اماں خاطروں میں لگی تھیں۔

مگر وہ چپ چپ کھویا کھویا تھا۔ ہوں ہاں کرتا۔

دماغ حور میں اٹک گیا تھا۔

”تیمور کوئی لڑکی دیکھی۔؟“

اماں نے پوچھا تو وہ ہوں کر کے رہ گیا۔

”اچھا کون ہے بتا؟“

وہ ایک دم چونکا۔ ”کون؟“

”کدھر کھویا ہوا ہے؟“ اماں کو بھی لگا تھا۔

”اماں بہت تھک گیا ہوں اور سونا ہے، سر درد کر رہا ہے۔“

وہ بس بہانہ بناتا اٹھ گیا۔ دل پریشان تھا۔ کاش وہ حور کو اس قسائی سے بچا سکتا۔

☆

وہ آ تو گیا تھا مگر اب جانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ حور بھی واپس چلی گئی تھی۔ وہ چچا فرید سے ملا۔ وہ بھی دکھی تھے۔ بیٹی کے غم نے اور بوڑھا کر دیا تھا۔ بیوی کی وفات کے بعد انھیں یہی خواہش تھی کہ حور کو جلدی سے اس کے گھر کا کر دیں یا شاید وہ مجھے ہی اپنا داماد مان بیٹھے تھے۔ پتا تھا بھائی انکار نہیں کرے گا۔ آج میں خود بھی شرمندہ تھا۔ وہ نازک سی لڑکی رل گئی تھی۔

میں اماں کو صائمہ کا بتا بھی نہ سکا، بس بھاری دل سے واپس آگیا۔

☆

دل تو اب ادھر بھی نہیں لگ رہا تھا۔ انجانے میں کتنے لوگوں کو دکھ دے بیٹھا تھا۔ اب کیا ہوگا آگے؟ اس کا شوہر تو ایسے ہی بہانے ڈھونڈتا ہوگا اسے مارنے کے۔ بس ایک بوجھ ایک بے چینی کی کیفیت تھی جو چین نہ لینے دیتی تھی۔

پھر ایک دن ایک بڑی خبر آگئی۔ حور کی طلاق ہو گئی تھی۔

☆

اسے سن کر بہت دھچکا لگا تھا۔ وہ کم عمر سی لڑکی تین بچوں کے ساتھ رُل گئی تھی، صرف اس کی وجہ سے۔ شادی نہ کر کے بھی تکلیف دی اور شادی کے بعد بھی تکلیف دی۔

وہ فون نہ کر سکا تھا۔ بڑی ہمت کر کے گاؤں ہی چلا گیا۔

چچا فرید اسے دیکھ کر گلے لگ کر ایسے روئے تھے جیسے کوئی مر گیا ہو۔ بیٹی کے بوجھ سے پھر کندھے جھک گئے تھے۔ پہلے ایک تھی، اب چار جانوں کا بوجھ آن پڑا تھا۔ اس نے چچا کو بہت اصرار سے بچوں کے خرچے کے لیے پیسے دیے تھے۔ وہ جانتا تھا وہ اپنے بچوں کے ساتھ اس کے بچوں کو کیسے سنبھالیں گے......!

☆

اب اس کے تین بچوں کا خرچا میں نے مستقل اپنے ذمے لے لیا تھا۔

اُس کی عدت ختم ہوئی تو میں نے اماں سے حور کے ساتھ شادی کی بات کی تھی، مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کی توقع کے بالکل خلاف اماں پھٹ پڑی تھیں۔

گھر بیٹھے حاصل کریں بذریعہ فیس بک
صیدلیہ
فرزانہ دواخانہ
Join Us On Facebook
Farzana Dawakhana Karachi
پنساری کی جڑی بوٹیاں، طب نبوی کی ہربل ادویات،
ہر قسم کے روغنیات، عرقیات، شربت،
دیسی شہد، بیری شہد، خالص روغن بلساں،
سونے چاندی کے ورق، خالص زعفران، عنبر، مشک
کراچی بھر میں کم سے کم ایک ہزار کی خریداری پر ڈلیوری چارجز -/150 ہوں گے۔
فون: 0336-3226865

”پاگل ہو گیا ہے کیا؟ گھاس کھا لی ہے؟ کنوارا مرد تین بچوں کی ماں سے شادی کرے گا...... ہائے ہائے یہ دن بھی دیکھنا تھے۔“

وہ بین کر رہی تھیں اور میں ان کا منہ دیکھ رہا تھا۔ اب کیا ہوا؟ پہلے کہتی تھیں پچھتائے گا اب کہہ رہیں پاگل ہو گیا ہے۔ کیسا تضاد تھا یہ؟

”ہم نے تجھے خرچا اٹھانے سے منع نہیں کیا نیکی کا کام ہے، مگر یہ کیا کہ بچوں والی کو ہی گھر لے آئے گا۔“

”تو طلاق یافتہ سے شادی نیکی نہیں ہے......؟“ وہ بولا۔

”ہم باز آئے ایسی نیکی سے۔“

اللہ کا خوف کریں اماں! ایسے نہیں کہتے۔“ وہ بس یہی کہہ سکا۔

پہلے وہ راضی نہیں تھا اب اماں راضی نہیں تھے، جیسے ہیرے جیسی حور میں اب راستے کے پتھر لگ گئے ہوں۔

نا جانے کیا بنے گا اُس معصوم لڑکی اور اس کے بچوں کا؟ وہ سوچ کر رہ گیا۔

☆

وقت گزرنے لگا تھا۔ میں نے حور کو کچھ کتابیں لا کر دیں تھیں کہ پڑھے، جو سمجھ نہ آئے پوچھ لے۔ مطالعہ ہمیشہ ذہن کو وسعت دیتا ہے۔ ذہین تو وہ تھی، بس رٹنے میں کمزور تھی، تبھی آگے نہ پڑھ سکی تھی۔

وہ کتابیں پڑھ کر واپس بھجواتی تو میں اور لا کے دے دیتا، پھر اس نے مجھ سے میٹرک کا کورس منگوایا تو مجھے حیرت بھی ہوئی، خوشی بھی۔

اچھا تھا وہ آگے پڑھنا چاہتی تھی۔ بڑا بچہ چار سال کا ہوا تو میں نے اسے اسکول میں داخل کروا دیا۔ ان کے باپ نے دوسری شادی کرلی تھی اور اپنے بچوں کا اسے کچھ خیال نہ تھا۔ نہ ہی وہ نان نفقہ دیتا تھا۔

ادھر اماں مجھے اکثر لڑکیوں کی تصویریں دکھاتیں کہ بوڑھا ہو رہا ہے شادی کرلے لیکن میں اب دوبارہ حور کا حق نہیں مار سکتا تھا۔ خاندان برادری والا کے غریب مظلوم کا بھی کوئی حق ہوتا ہے، سو میں بھی نہ پر اڑا رہا۔

پھر ایک دن چچا فرید ایک بار پھر آگئے رشتہ لے کر۔

حور کے لیے اس بار کسی ورزی کا رشتہ آیا تھا۔ اس کی پہلی بیوی مر گئی تھی۔ وہ مشورہ لینے آئے تھے۔ وہ چلے گئے تو میں نے بہت ہنگامہ کیا، مگر اماں نے ابا اور میری ایک نہ سنی۔ میں ناراض ہو کر واپس آگیا تھا۔ آج کل چھٹیاں تھیں، پھر بھی شہر میں ہی رکا رہا جب تک کہ ایک اور خبر نہ آگئی۔

اماں نہاتے ہوئے غسل خانے میں گر گئی تھیں۔ ان کی کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ میں بھاگا بھاگا واپس پہنچا۔ اماں ہسپتال میں تھیں اور حور سرہانے کھڑی انھیں سوپ پلا رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اماں آنکھوں میں آنسو بھرے بس یہی بولیں:

”میں نے تیرا اور کسی اور کا دل دکھایا تھا۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔“

”نہیں نہیں اماں، ایسی کوئی بات نہیں۔“

میں ان کا ہاتھ چومتے ہوئے بولا۔

اتنے دن چچا فرید، ابا اور میں ہسپتال آتے جاتے رہے اور حور ہم سب کے لیے کھانا پکاتی، گھر سنبھالتی، اماں کے لیے یخنی سوپ بھجواتی رہی۔ ساتھ اس کے بچے بھی تھے۔ چچا فرید کے حور اور عظیم کے علاوہ اور بھی دو بچے تھے نور اور کلیم۔ وہ دونوں ابھی اسکول میں تھے اور عظیم شہر میں پڑھ رہا تھا۔

اماں گھر آگئیں، تب بھی حور اماں کی خدمت میں لگی رہی۔ مجھ سے جو ہو سکتا وہ کر دیتا مگر میں بیٹا تھا، بیٹی کی طرح اماں کو نہلاتا، ان کی کنگھی کرتا، کپڑے بدلواتا تو نہیں کر سکتا تھا، سو اس وقت حور نے ایک بیٹی کی طرح یہ ساری ذمے داری سنبھالی۔ اماں بہت بوڑھی تو نہ تھیں مگر ٹانگ کی تکلیف کے بعد اب انھیں جسم میں بھی درد رہتا۔ نہ ہمارے گھر کوئی عورت تھی نہ حور کے گھر۔ حور کی شادی کے بعد چچا فرید ہی کھانا بناتے تھے۔ اب بھی سب مل کر اماں کی خدمت میں لگے ہوئے تھے اور اس وقت وہ ہوا، جو میں سوچ بھی نہیں رہا تھا۔

ایک دن چچا فرید آئے تو اماں نے ابا کے سامنے چچا فرید سے میرے لیے حور کو مانگ لیا۔ وہ جان چکی تھیں کہ وہ غلطی پر تھیں۔ حور نے تو بیٹیوں سے بڑھ کر اُن کی خدمت کی تھی۔ اس کا بیٹا بھی جب آتا، اماں کا سر دباتا۔ کبھی ان سے کہانیاں سنتا۔ کبھی اپنے ہاتھوں سے انھیں کچھ نہ کچھ کھلاتا۔ اتنی محبتوں کے بعد وہ بھی مقروض ہو گئیں تھیں میری طرح، سو اب قرض تو اتارنا ہی تھا ناں۔

☆

ایک سہانی شام میرا اور حور کا نکاح ہو گیا۔ وہ واقعی حور تھی۔ اس کے آنے سے میرا گھر روشنی سے بھر گیا۔ اب اماں کہتی ہیں، میں نے کہا تھا ناں ہیرا لڑکی ہے تو میں بس شرارت سے دیکھتا رہ جاتا۔ باقی کی ساری باتیں وہ جیسے بھول گئیں تھیں کہ کیسے میری حور سے شادی کی دشمن ہوئیں تھیں۔

خیر اب سکون تھا بہت سکون۔

پانچ سال بعد......!

اماں کے انتقال کے بعد میں حور اور بچوں کے ساتھ شہر منتقل ہو گیا۔ حور کے بچوں کے باپ نے کبھی پلٹ کر پوچھا بھی نہیں کہ اس کے بچے کہاں ہیں۔

میں اب کالج میں پڑھاتا ہوں اور حور میرے کالج میں پرائیوٹ گریجویشن کر رہی ہے۔ میرے حور سے دو بیٹے اور ہوئے یعنی اب ہمارے پانچ بچے ہیں اور حور نے اپنی پڑھائی کے ساتھ سارے گھر کو بہت احسن طریقے سے سنبھالا ہوا ہے۔ مجھے اپنے فیصلے پر بہت اطمینان ہے۔ عظیم بھی چچا فرید اور نور، کلیم کو لے کر شہر ہی آگیا۔ کیوں کہ گاؤں میں آگے کالج نہ تھا۔

میں حور کو دیکھ کر شکر ادا کرتا ہوں کہ دیر سے سہی میرے کندھوں سے میرے قرض کا بوجھ اتر گیا۔ اپنوں کو محبت لٹانے کا قرض۔

آپ بھی خیال رکھیے گا۔ جانے انجانے میں کہیں آپ پر بھی یہ قرض نہ چڑھ جائے اور چڑھے تو اتارنے میں دیر نہ کیجیے گا۔ کہیں بہت دیر نہ ہو جائے......!

☆☆☆